اصولِ عقائد

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA

اصولِ عقائد

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA
emarkaz.org

جملہ حقوق بحق ای مرکز eMarkaz محفوظ ہیں

نام کتاب	اصولِ عقائد
تالیف	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	ذوالحجہ 1445ھ-جون2024ء
بار اشاعت	اول
تعداد	1100
ناشر	مکتبہ دار الایمان

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار الایمان، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

0321-6353540

www.emarkaz.org

فہرست

پیش لفظ 12

اصولِ عقائد 13

اصول کا لغوی معنٰی: 13

اصول کا اصطلاحی معنٰی: 13

عقیدہ کا لغوی معنٰی: 13

عقیدہ کا اصطلاحی معنٰی: 13

اصول عقائد کی تعریف: 13

عقیدہ کی اہمیت 14

عقائد کی اقسام 15

عقائد قطعیہ: 15

عقائد ظنیہ: 15

دلیل کی اقسام 16

دلیل قطعی: 16

دلیل ظنی: 16

(1) قطعی الثبوت ظنی الدلالت 17
(2) ظنی الثبوت قطعی الدلالت 17
(3) ظنی الثبوت ظنی الدلالت 17
(4)استنباط 18
(1)دلیل تحقیقی 19
(2)دلیل الزامی 19
مشہور ائمہ علم الکلام 19
(1):امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ 19
(2):امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الشافعی رحمہ اللہ 20
(3):امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ 20
نزاع حقیقی: 21
نزاع لفظی: 21
شبہ: 21
جواب: 22
اسلاف کے فہم کو ترجیح 23
مثال نمبر 1: 23
مثال نمبر 2: 23
مثال نمبر 3: 24
1:عبادت تکلیفی: 24

2:عبادت تلذذی: 24
نصوص کا ظاہری معنٰی مراد لینا 25
اصل نمبر1: 25
اصل نمبر2: 25
اصل نمبر3: 25
نقل کو عقل پر ترجیح ہوگی 26
عقیدہ کی حقانیت کا اعتقاد 26
مشق نمبر 1 27
ایمان، اسلام اور کفر 28
ایمان کا لغوی معنٰی: 28
ایمان کا اصطلاحی معنٰی: 28
ایمان کی قسمیں: 28
1: ایمان اجمالی 28
2: ایمانِ تفصیلی 28
مثال: 29
ایمان کی شرائط: 30
[1]: زندگی میں ایک مرتبہ 30
[2]: بوقت مطالبہ 30

[3]: برائے اجرائے احکام 30
1: اقرار باللسان 31
2: براءت عن اہل الباطل 31
فائدہ نمبر 4: 31
نفسِ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی: 31
تنبیہ: 31
اسلام کا لغوی معنی: 32
اسلام کا اصطلاحی معنی: 32
ایمان اور اسلام میں فرق: 32
کفر کا لغوی معنیٰ: 32
کفر کا اصطلاحی معنیٰ: 32
کفر کی اقسام 33
[1]: کفرِ انکار 33
[2]: کفرِ نفاق 33
نفاق کی قسمیں: 33
ا: نفاقِ اعتقادی 33
۲: نفاقِ عملی 33
[3]: کفرِ ارتداد 33
[4]: کفرِ شرک 34

[5]: کفرِ کتابی 34

[6]: کفرِ دہری 34

[7]: کفرِ معطّلی 34

[8]: کفرِ زندقہ 34

ظلی اور بُرُوزی کا معنی: 34

[9]: کفرِ جحود 35

[10]: کفرِ عناد 35

[11]: کفرِ مفادی 35

یاد رکھیں! 35

کفار سے تعلقات کا حکم 37

(1): موالات 37

(2): مدارات 37

تنبیہ 1: 37

تنبیہ 2: 37

فتویٰ تکفیر میں احتیاط 39

شرائط تکفیر 39

شرائط اہلِ افتاء 40

شبہ: 40

جواب: 40

معرفتِ عُرف 41

تکفیر کے اسباب 41

1:انکار 41

2:استحلال 42

3:استخفاف 42

4:استہزاء 42

5:تاویلِ باطل 42

تاویل 43

تاویل کا لغوی معنیٰ: 43

تاویل کا اصطلاحی معنیٰ: 43

تاویل کی قسمیں: 43

1:تاویل صحیح: 43

شرائطِ تاویل 43

1:لغوی اور ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہو: 43

2:ظاہری معنیٰ کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو: 44

3:لفظ میں تاویل کا احتمال ہو: 44

4:مؤوِّل اہل ہو: 45

5: تاویل ضروریاتِ دین میں نہ ہو: 45
2: تاویل باطل: 45
عدمِ تکفیر کے اسباب 46
1: احتمال 46
تنبیہ: 46
2: سبقتِ لسانی 47
3: اکراہ 48
4: دینی ضرورت 48
5: لزومِ کفر 48
مرتکب کبیرہ کا حکم 49
تنبیہ: 49
جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ان کا اُخروی حکم 49
کسی شخص پر لعنت کرنے کا حکم 50
لعنت کا لغوی معنی: 50
لعنت کا اصطلاحی معنی: 50
لعنت بھیجنے کے حکم کی تفصیلات: 50
چند اصطلاحات 52

اہلِ قبلہ: 52
لغوی معنی: 52
اصطلاحی معنی: 52
اہلِ قبلہ کا حکم: 52
ایمان و کفر: 53
سنت و بدعت: 53
شاذ: 54
حکم: 54
فرقہ: 54
۱: فرقہ ناجیہ 55
۲: فرقہ ضالہ 55
۱: فرقہ ضالہ کافرہ 55
۲: فرقہ ضالہ مبتدعہ 55
دین، مسلک، مذہب، منہج 56
دین: 56
مسلک: 56
منصوصات ظنیہ کی اقسام: 56
1: ظنی الثبوت 56
2: ظنی الدلالت 56

مذہب: 56
منہج: 56

چند الفاظ میں فرق 58

تشدد اور تسدد میں فرق: 58
تعصب اور تصلب میں فرق: 58

چند مفید کتب 59

مشق نمبر 2 60

یادداشت 61

ای مرکز کے زیر انتظام آن لائن کورسز 61

پیش لفظ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ!

عقائد؛ دینِ اسلام کی بنیاد ہیں۔ اگر عقائد درست ہوں تو اسلام کی عمارت مستحکم اور مضبوط رہتی ہے اور اگر خدانخواستہ عقائد خراب وفاسد ہو جائیں تو عمارتِ اسلام کا استحکام اور مضبوطی باقی نہیں رہتی اس سے "عقائد" کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

عقائد کا اثبات دلائل سے کیا جاتا ہے۔ کون سا عقیدہ کس درجہ کی دلیل سے ثابت ہوتا ہے، کس عقیدہ کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور کس عقیدہ کے انکار سے اھل السنۃ والجماعۃ نہیں رہتا، باطل عقائد کے حاملین کے ساتھ کس قسم کا رویہ اختیار کیا جائے، ان کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہو، عقائد کی بناء پر جو فرقے معرضِ وجود میں آئے ہیں ان کے فاسد امتیازی مسائل کیا ہیں...... وغیرہ جیسے اہم امور کی تفصیل اصولِ عقائد میں بیان کی جاتی ہے۔ گویا "اصولِ عقائد" کا اس اعتبار سے ہر وقت ملحوظ رہنا ضروری ہے تاکہ عقائد سے متعلق مذکورہ ابحاث سامنے آسکیں۔

زیرِ نظر کتاب "اصولِ عقائد" میں ہم نے انہی اصولوں کو پیش کیا ہے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ قارئین کے سامنے سہل انداز اور جامعیت کے ساتھ عقائد سے متعلقہ اصولی امور پیش کیے جائیں۔ توجہ کے ساتھ اگر اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو امید ہے کہ عقائد کی بنیادی ابحاث سے خوب واقفیت حاصل ہو گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ "اصولِ عقائد" کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قارئین کے لیے استفادہ آسان فرمائے۔

والسلام؛ محتاجِ دعا

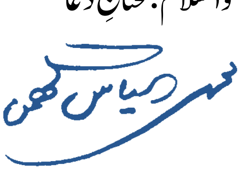

حال مقیم: خانقاہ حنفیہ استنبول، ترکیہ

منگل؛ 5-ذوالحجہ 1445ھ، 11-جون 2024ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اصولِ عقائد

اصول کا لغوی معنیٰ:

"اصول" اصل کی جمع ہے اور لغت میں بنیاد اور جڑ کو اصل کہتے ہیں۔

اصول کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاحی اعتبار سے لفظ "اصول" کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

1: کبھی لفظ اصول؛ ان قواعد وکلیات کے لیے استعمال ہوتا ہے جن سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ اور مستنبط شدہ فقہی مسائل کو فروع کہتے ہیں۔

2: کبھی لفظ اصول؛ عقائد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں فروع آتا ہے تو اس سے مراد اعمال ہوتے ہیں۔

3: کبھی لفظ اصول؛ مطلقاً قواعد کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد اس فن کے وہ قوانین وکلیات ہوتے ہیں جن پر اس فن کی بنیاد ہوتی ہے۔

عقیدہ کا لغوی معنیٰ:

انسان اپنے دل اور ضمیر کو جس کا پابند بنائے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

عقیدہ کا اصطلاحی معنیٰ:

عقیدہ ان چیزوں کا نام ہے جن کی دل سے تصدیق واطمینان ضروری ہے اور ان کے بارے میں ایسے یقین کا ہونا ضروری ہے جس میں ذرہ برابر شک نہ ہو۔

اصول عقائد کی تعریف:

اصول عقائد سے مراد وہ اصول اور قوانین ہیں جن کو سیکھ کر انسان اپنے عقیدہ کی اصلاح کر سکتا ہے اور ہونے والے شبہات کے جوابات دے سکتا ہے۔

عقیدہ کی اہمیت

1: "اعتقاد" اصل ہے، "عمل" فرع ہے۔ صحیح اعتقاد کے بغیر نہ تو اعمال قبول ہوتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے عذاب سے نجات ممکن ہے۔ جبکہ عملِ صالح کے بغیر آخرت میں نجات کی امید ہے، البتہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے معاف فرمادیں اور چاہیں تو قانونِ عدل سے سزا دیں۔

2: عقیدہ ایسے ہے جیسے گنتی میں عدد ہے اور عمل ایسے ہے جیسے گنتی میں صِفر ہے۔

ایک کا عدد؛ صفر کے بغیر بھی ہو تو اس کی قیمت ہے اور صفریں عدد کے بغیر جتنی بھی ہوں، بے قیمت ہیں۔ اسی طرح عقیدہ عمل کے بغیر بھی قیمتی ہے اور عمل جتنے بھی ہوں بغیر عقیدہ کے بے قیمت یعنی بغیر اجر وثواب کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مؤمن غیر صالح جس کے پاس ایک نیکی بھی نہ ہو، صرف ایمان ہو تو اس کی بھی قیمت ہے اور کافر صالح (جس کے پاس کچھ اچھے اعمال ہوں) کے پاس چونکہ ایمان نہیں ہے اس لیے اس کے جتنے بھی اعمال ہوں وہ بے قیمت ہیں۔

3: جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کے رکھنے کا محل اتنا ہی محفوظ ہوتا ہے۔ عقیدہ کا محل "دل" اور عمل کا محل "بدن" ہے۔ عقیدہ چونکہ زیادہ قیمتی تھا اس لیے اس کا محل دل کو بنایا گیا، عمل نسبتاً کم قیمتی تھا لہٰذا اس کا محل اعضائے بدن کو بنایا گیا۔

4: دل کے بعض اجزاء کٹ جائیں تو بندہ مر جاتا ہے اور اعضائے جسم میں سے بعض اعضاء کٹ جائیں تو بندہ زندہ رہتا ہے اگرچہ کمزور اور ناقص ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ضروریاتِ دین میں سے کوئی ایک عقیدہ چھوٹ جائے تو بندہ ایمان سے نکل کر کفر میں چلا جاتا ہے، اور اگر ضروریات اھل السنۃ والجماعۃ میں سے کوئی ایک عقیدہ چھوٹ جائے تو بندہ اھل السنۃ والجماعۃ سے نکل کر اہلِ بدعت میں شامل ہو جاتا ہے، اور اگر کچھ اعمال چھوٹ جائیں تو بندہ مومن ہی رہتا ہے اگرچہ کمزور اور ناقص ایمان والا یعنی فاسق ہو جاتا ہے۔

فائدہ:

عقائد کی اسی اہمیت کی وجہ سے اپنے ایمان اور عقائد کی اصلاح فرضِ عین ہے یعنی ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی عقائد کو دل و جان سے تسلیم کرے۔ اور عقائد کی تفصیلات جاننا، عقائد کے دلائل جاننا اور ہونے والے شبہات کے جوابات دینا فرض کفایہ ہے یعنی ہر دور میں ایسے علماء کا موجود ہونا ضروری ہے جن کا اوڑھنا بچھونا عقائد کی محنت ہو۔

عقائد کی اقسام

جو عقائد اھل السنۃ والجماعۃ کی کتب میں مذکور ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

1: عقائد قطعیہ

2: عقائد ظنیہ

عقائد قطعیہ:

وہ عقائد جن کی بنیاد پر ایمان اور کفر کا فیصلہ ہو، جنہیں ماننے والے مومن اور نہ ماننے والے کافر ہوں۔ انہیں ”ضروریاتِ دین“ بھی کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا، اللہ تعالیٰ کا واحد اور یکتا ہونا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا اقرار کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اور قیامت کا آنا وغیرہ۔

عقائد ظنیہ:

وہ عقائد جن کی بنیاد پر اھل السنۃ والجماعۃ اور اہل بدعت کا فیصلہ ہو، جنہیں ماننے والے اھل السنۃ والجماعۃ اور نہ ماننے والے اہل بدعت ہوں۔ انہیں ”ضروریاتِ اھل السنۃ والجماعۃ“ بھی کہتے ہیں جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کا دنیوی جسم کا روح کے تعلق سے دنیوی قبروں میں زندہ ہونا وغیرہ۔

دلیل کی اقسام

عقائد قطعیہ کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی ضروری ہے جبکہ عقائد ظنیہ کے ثبوت کے لیے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔

دلیل قطعی:

اس دلیل کو کہتے ہیں جس کا ثبوت بھی قطعی اور یقینی ہو اور اس کا معنیٰ و مفہوم بھی قطعی اور یقینی ہو۔

دلیل قطعی کی تین قسمیں ہیں:

(1): قران کریم کی غیر مؤول آیات۔یعنی قرآن کریم کی ایسی آیات جن کا مطلب اور مفہوم اس طرح واضح ہو کہ اس میں دوسرے معنیٰ کا احتمال نہ ہو جیسے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس پر دلیل قرآن کریم کی آیت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قطعی اور یقینی دلیل ہے۔

قرآن مجید چونکہ تواتر سے ثابت ہے اس لیے یہ آیت قطعی الثبوت ہے۔ نیز اس آیت میں "اَحَدٌ" کی مراد بھی بالکل واضح ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

(2): احادیث متواترہ۔یعنی ایسی حدیث جس کو نقل کرنے والی جماعت اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا کسی جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا عادۃً محال ہو۔خواہ تواتر لفظی ہو یا تواتر معنوی ہو جیسے کِذب علی النبی [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے] کی حرمت والی حدیث لفظاً متواتر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے آسمان سے نزول کی احادیث، حضرت محمد مہدی کی آمد کی احادیث، موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں میت سے سوال وجواب کی احادیث، قبر کے ثواب وعذاب کی احادیث اور انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر کی زندگی کی احادیث بھی معناً متواتر ہیں۔

(3): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع جیسے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

دلیل ظنی:

اس دلیل کو کہتے ہیں جس کا ثبوت اور مفہوم دونوں یقینی نہ ہوں یا ان میں سے کسی ایک میں ظن ہو۔

دلیل ظنی کی چار قسمیں ہیں:

(1) قطعی الثبوت ظنی الدلالت

ایسی دلیل جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی ویقینی ہو لیکن دلالت کے اعتبار سے یقینی نہ ہو یعنی اس کا مفہوم حتمی اور واضح نہ ہو بلکہ اس میں کسی دوسرے معنیٰ کا احتمال پایا جاتا ہو جیسے قرآن کریم کی مؤول آیات مثلاً جن آیات میں ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے وہ ثبوت کے اعتبار سے تو قطعی اور یقینی ہیں البتہ ان آیات میں زیادتی سے مراد ایمان کی کمیت یعنی مقدار بھی ہو سکتی ہے اور کیفیت یعنی ایمان کے ثمرات اور نتائج بھی ہو سکتے ہیں اس لیے یہ ظنی دلیل بنے گی۔

فائدہ:

اھل السنت والجماعت احناف کے ہاں ایسی آیات میں ایمان کے بڑھنے سے مراد ایمان کی کیفیت ہے، کمیت نہیں۔

(2) ظنی الثبوت قطعی الدلالت

ایسی دلیل جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی اور یقینی نہ ہو یعنی ہر زمانہ میں اس کے نقل کرنے والے اس قدر زیادہ نہ ہوں کہ ان سب کے جھوٹی خبر پر اتفاق کر لینے کو عقل محال سمجھتی ہو لیکن دلالت کے اعتبار سے یقینی ہو یعنی اس کا مفہوم حتمی اور واضح ہو، اس میں کسی دوسرے معنیٰ کا احتمال نہ ہو جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کی حدیث۔ یہ حدیث خبر واحد ہے، اس لیے کہ اس کا ثبوت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے لیکن اس کی دلالت اپنے مفہوم پر قطعی ہے کیونکہ اس روایت کے الفاظ "لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ." "(کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے) اس معنیٰ میں واضح اور صریح ہے کہ یہاں مال کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔

(3) ظنی الثبوت ظنی الدلالت

ایسی دلیل جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی اور یقینی نہ ہو یعنی ہر زمانہ میں اس کے نقل کرنے والے اس قدر

زیادہ نہ ہوں کہ ان سب کے جھوٹی خبر پر اتفاق کر لینے کو عقل محال سمجھتی ہو اور دلالت کے اعتبار سے بھی یقینی نہ ہو یعنی اس کا مفہوم حتمی اور واضح نہ ہو، اس میں کسی دوسرے معنیٰ کا احتمال پایا جاتا ہو جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مسلمان کی روح کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے جسم کی طرف لوٹائیں گے۔

مسند احمد رقم الحدیث:15778

یہ حدیث مبارک خبر واحد ہے، اس لیے اس کا ثبوت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اسی طرح اس کا مفہوم بھی قطعی اور یقینی نہیں بلکہ اس میں دو معنوں کا احتمال موجود ہے۔ ایک تو یہ کہ موت کے بعد قیامت سے پہلے روح اور جسم کا بالکل ہی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی جسم زندہ ہوتا ہے بلکہ یہ تعلق اور حیات قیامت کے دن ملے گی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ روح اور جسم کا ظاہری اور مکمل تعلق تو قیامت کے دن ہو گا البتہ اتنا تعلق موت کے بعد رہتا ہے کہ میت اس تعلق کی وجہ سے ثواب اور عذاب کو محسوس کرتی رہتی ہے اور یہ دوسرا مطلب ہی راجح ہے کیونکہ اس پر دیگر دلائل موجود ہیں۔

(4) استنباط

قرآن وحدیث میں غور وفکر کر کے نئے پیش آنے والے مسائل کا حکم نکالنے کا نام "استنباط" ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کا فرشتوں سے افضل ہونا۔

فائدہ نمبر 1:

اوپر ذکر کی گئی تفصیل سے ثابت ہوا کہ ہر عقیدہ کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی کا مطالبہ کرنا درست نہیں بلکہ دلیل عقیدہ کے مطابق دی جائے گی۔ اگر کسی عقیدہ کے ماننے والے کو "مومن" اور نہ ماننے والے کو "کافر" کہا جائے تو اس کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہو گی اور اگر ماننے والے کو "اھل السنۃ والجماعۃ" اور نہ ماننے والے کو "اہلِ بدعت" کہا جائے تو دلیلِ قطعی کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ دلیلِ ظنی بھی کافی ہو گی۔

فائدہ نمبر 2:

دلیل کی اور بھی تقسیم ہے وہ یہ کہ دلیل کی دو قسمیں ہیں:

(1) دلیل تحقیقی

اس دلیل کو کہتے ہیں جس کے مقدمات مستدِل کے ہاں سچے ہوں فریق مخالف انہیں مانے یا نہ مانے اس دلیل کا مقصد احقاقِ حق ہوتا ہے۔

(2) دلیل الزامی

اس دلیل کو کہتے ہیں جس کے مقدمات فریقِ مخالف کے ہاں مسلَّم ہوں خواہ وہ درست ہوں یا نہ ہوں اس دلیل کا مقصد ابطالِ باطل اور فریق مخالف کو چپ کرانا ہوتا ہے۔

مشہور ائمہ علم الکلام

اس امت میں بہت سے متکلمین گزرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں تحریر اور تقریر کے ذریعے اہل حق کے عقائد کی اشاعت اور تحفظ کا کام کیا اور اھل السنۃ والجماعۃ کے اعتقادات کی توضیح فرمائی۔ یہاں ان میں سے تین کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (ت150ھ)، امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الشافعی (ت324ھ) اور امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی (ت333ھ) رحمہم اللہ۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات علم الکلام کی بنیاد ہیں۔

(1): امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

آپ کا نام نعمان والد کا نام ثابت، وصفی کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ رحمہ اللہ 80 ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور 150 ہجری میں انتقال ہوا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا زمانہ پایا، صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان سے علم حاصل کیا۔ حصولِ علم کے بعد آپ رحمہ اللہ نے پوری زندگی دینِ اسلام کی خدمت کی بالخصوص علم الکلام اور علم الفقہ میں آپ کا ایک نمایاں نام اور مقام ہے۔ آپ نے اپنے دور میں وجودِ باری تعالیٰ کے منکرین سے کئی مناظرے کیے اور ہمیشہ ان کو شکست دی اس لیے فقہاء میں سے آپ کو سب سے پہلا متکلم یعنی علم الکلام کا ماہر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

آپ نے علم الکلام پر تحریری کام بھی فرمایا اس عنوان پر آپ کی کتب درج ذیل ہیں:

1: الفقہ الاکبر بروایۃ امام حماد بن ابی حنیفۃ

2: الفقہ الاکبر (المعروف الفقہ الابسط) بروایۃ امام ابی مطیع البلخی

3: الرسالۃ الی عثمان البَتّیّ

4: کتاب العالم والمتعلم

5: کتاب الوصیۃ

(2): امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الشافعی رحمہ اللہ

آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، قبیلہ اشعر کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو اشعری کہتے ہیں۔ 260 ہجری میں "بصرہ" میں پیدا ہوئے اور 324 ہجری میں انتقال ہوا۔

بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں ان کی والدہ کا نکاح مشہور معتزلی "محمد بن عبد الوھاب بن سلام المعروف ابو علی جُبَّائی" (ت 303ھ) سے ہو گیا۔ آپ نے "فن مناظرہ اور علم الکلام" ابو علی جُبَّائی کی تربیت میں رہ کر حاصل کیا لیکن نہایت سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے معتزلہ کی رکیک اور بعید از عقل تاویلات کو نہ مانا۔ مسلک اھل السنۃ والجماعۃ کو قبول کیا اور تاحیات عقائد اھل السنۃ والجماعۃ کے اثبات اور معتزلہ کی تردید میں دلائل دیتے رہے حتی کہ معتزلہ کے نظریے "اصلح للعباد اللہ تعالیٰ پر واجب ہے" کے موضوع پر ابو علی جبائی معتزلی سے مناظرہ کیا اور اسے شکست دی۔

(3): امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ

آپ رحمہ اللہ ماوراء النہر سمر قند کے ایک گاؤں "ماترید" میں پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو "ماتریدی" کہتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے معتزلہ کے رد اور اھل السنۃ والجماعۃ کے افکار کی تائید میں راہِ اعتدال اختیار فرمائی۔ فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔ آپ محدث زمانہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ کے ہم عصر تھے۔ 333 ہجری میں وفات پائی۔

فائدہ نمبر 1:

عقائد میں ائمہ اربعہ اور اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اتفاق ہے کیونکہ عقائد کا جو اختلاف ہوتا ہے یا یہ اسلام سے نکالتا ہے یا سنت سے نکالتا ہے یعنی آدمی کافر فی العقیدہ ہوتا ہے یا مبتدع فی العقیدہ ہوتا ہے اور یہاں اختلاف کے باوجود ہم کسی کو کافر اور مبتدع نہیں کہتے کیونکہ جو اختلاف اسلام سے کفر یا سنت سے بدعت کی طرف لے جائے وہ اختلاف حقیقی ہوتا ہے اور یہاں اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ نزاع لفظی ہے تو نزاع لفظی کا حکم اور ہوتا ہے اور نزاع حقیقی کا حکم اور ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر 2:

نزاع حقیقی:

نزاعِ حقیقی میں حقائق و نظریات کا اختلاف ہوتا ہے جیسے اہل حق کا عقیدہ ہے کہ ثواب وعذاب قبر برحق ہے اس کے مقابلہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ قبر میں ثواب وعذاب نہیں ہوتا یہ "نزاع حقیقی" کہلاتا ہے۔

نزاع لفظی:

نزاع لفظی میں نظریہ میں اتفاق اور تعبیرات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جیسے اهل السنۃ والجماعۃ متکلمین اور صوفیاء کا موقف یہ ہے کہ دنیا میں احوالِ راحت وتکلیف اَصالۃً اور اَصلاً جسم پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً روح پر آتے ہیں۔ اور موت کے بعد احوال (ثواب وعذاب) اَصالۃً اور اَصلاً روح پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً جسم پر آتے ہیں لیکن متکلمین اهل السنۃ والجماعۃ روح کو "روح" جبکہ صوفیاء اهل السنۃ والجماعۃ روح کو "جسدِ مثالی" کا نام دیتے ہیں کیونکہ روح متشکل بجسد عنصری ہوجاتی ہے۔ اور اس بناء پر وہ یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ ثواب وعذاب جسم مثالی کو دیا جاتا ہے۔

شبہ:

آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں یا ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہما اللہ کے؟ اگر آپ امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں تو پھر خود کو اشعری اور ماتریدی کیوں کہتے ہیں؟

جواب:

ہم اصول و فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کے مقلد ہیں۔ لیکن تقلید میں اصول کا معنٰی عقائد نہیں ہے بلکہ اصول سے مراد وہ قوانین ہیں جن سے فروع کا استنباط ہوتا ہے اور فروع سے مراد مسائل ہیں۔

باقی امام ابوالحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کی طرف نسبت؛ تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے دور میں فرقہ معتزلہ وغیرہ نے عقائد کی ایسی تشریحات کی تھیں جو اھل السنۃ والجماعۃ کے اعتقادات کے خلاف تھیں تو ان دو حضرات نے معتزلہ وغیرہ کا رد کر کے اھل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی۔ اس لیے ہم ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اشعری اور ماتریدی نسبت معتزلہ کے مقابلہ میں ہے نہ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں جیسا کہ "دیوبندی" نسبت تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ احناف کی صحیح ترجمانی کی وجہ سے ہے۔

اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اسلاف کے فہم کو ترجیح

اگر اھل السنۃ والجماعۃ کا کوئی عقیدہ و نظریہ بظاہر قرآن کریم کی کسی آیت یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان سے ٹکرا جائے تو اس وقت دیکھا جائے کہ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے اسلاف کا عقیدہ کیا تھا۔ جو ان کا عقیدہ ہو اسی کو لیا جائے گا کیونکہ اسلاف کے علم میں اس عقیدہ پر کوئی دلیل موجود ہوتی ہے لیکن ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہوتا۔ یا پھر اس آیت کا ظاہری معنیٰ مراد نہیں ہوتا بلکہ کچھ اور مراد ہوتا ہے جسے سامنے رکھتے ہوئے اسلاف آیت اور عقیدہ میں تطبیق دیتے ہیں۔

مثال نمبر 1:

اھل السنۃ کے تمام عقلاء یعنی شوافع، احناف، مالکیہ، حنابلہ اور دیگر اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جہت، جسم، حد، مکان اور اپنی مخلوقات کی مشابہت رکھنے سے پاک ہے۔

یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں لیکن حقیقت میں یہ آیت کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس کا معنیٰ وہ نہیں جو بظاہر نظر آ رہا ہے بلکہ یہاں استواء علی العرش سے مراد اللہ تعالی کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

فائدہ:

اس موضوع کی مزید تفصیلات بندہ کی تصنیف ”توحید باری تعالیٰ“ میں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مثال نمبر 2:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں یعنی ان سے کسی بھی قسم کی معصیت اور گناہ سرزد نہیں ہوتا البتہ نبی سے اجتہادی خطا اور بھول ہو سکتی ہے۔

یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہیں لیکن حقیقت میں یہ آیت کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس کا معنیٰ وہ نہیں جو بظاہر نظر آ رہا ہے بلکہ یہاں "عَصٰی" سے مراد ”نافرمانی“ نہیں بلکہ لغزش سرزد ہونا اور بھول جانا ہے۔ اسی

طرح یہاں "غَوٰی" کا معنٰی گمراہی نہیں ہے بلکہ اس کا معنٰی ہے "مشقت میں پڑ جانا"۔ اب آیت کا معنٰی یہ ہو گا کہ آدم علیہ السلام سے لغزش ہو گئی جس کی وجہ سے جنت کی عیش جاتی رہی اور آپ علیہ السلام کو دنیا میں بھیج دیا گیا، دنیا کی زندگی تلخ ہو گئی اور آپ کو مشقت اور مشکلات پیش آئیں۔

فائدہ:

اس کی مزید تفصیلات بندہ کی تصنیف "عصمتِ انبیاء علیہم السلام" میں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مثال نمبر 3:

اھل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ کے خلاف ہے۔

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد عبادت نہیں ہوتی لیکن حقیقت میں یہ آیت کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس کا معنٰی وہ نہیں جو بظاہر نظر آرہا ہے۔

کیونکہ عبادت کی دو قسمیں ہیں:

1: عبادت تکلیفی:

جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز۔

2: عبادت تلذذی:

جس کے کرنے کا حکم نہ ہو، انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کرنے پر ثواب اور ترک پر گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت کے لیے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت؛ عبادتِ تکلیفی ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت؛ عبادتِ تلذذی ہوتی ہے۔

فائدہ:

اس کی مزید تفصیلات بندہ کی تصنیف "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

نصوص کا ظاہری معنیٰ مراد لینا

کہاں نص کا ظاہری معنیٰ لیناضروری ہے، کہاں نص کا ظاہری معنیٰ ترک کرناضروری ہے، اور کہاں ظاہری معنیٰ کو ترک کرنے کی گنجائش ہے؛اس بارے میں چند اصول ذکر کیے جاتے ہیں:

اصل نمبر1:

نصوص (آیت اور حدیث) کو ان کے ظاہر پر رکھنا ضروری ہے۔ بغیر کسی دلیلِ شرعی کے نصوص (آیت اور حدیث) کے ظاہری معنیٰ کو ترک کرنا اور غلط تاویل کرکے ظاہری معنیٰ کے بجائے باطنی معنیٰ مراد لینا جائز نہیں جیسے قرآن کریم کی کئی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فرامین میں جنت اور جنت کی نعمتوں کا تذکرہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت ایک مخصوص مکان کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عطا فرمائیں گے۔ اب اس حقیقی اور ظاہری معنیٰ کو چھوڑ کر یہ کہنا کہ جنت کسی مکان کا نام نہیں بلکہ احکام سے آزادی کا نام ہے درست نہیں۔

اصل نمبر2:

اگر کسی آیت اور حدیث کا ظاہری معنیٰ مراد لینا ممکن نہ ہو تو نص کی تاویل کرنا واجب ہے جیسے وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہت علو ثابت ہوتی ہے مثلاً ﴿ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ﴾ اس آیت کا ظاہری معنیٰ مراد لینا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے آسمان میں ہے کیونکہ آسمان؛ عرش سے بہت چھوٹا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بھی چھوٹے ہوں حالانکہ دلائل قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔ اس لیے آیت کا ظاہری معنیٰ مراد لینے کی بجائے اس میں تاویل کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور سلطنت آسمان میں بھی ہے۔

اصل نمبر3:

بسا اوقات آیت اور حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے اس میں ایسا اشارہ خفیہ یا لطیفہ علمیہ ذکر کرنا جو ظاہر عبارت کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی اس سے مقصودی معنیٰ کی تردید ہوتی ہو؛ جائز ہے۔ جیسے قرآنی حکم ہے کہ غیر شادی

شدہ مرد اور عورت پر جب حد لگائی جائے تو لوگوں کی موجودگی میں لگائی جائے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت حاصل ہو۔ اب آیت کا یہ معنیٰ مانتے ہوئے یہ کہنا کہ آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخ جب مرید کی تادیب کرنا چاہے اور اس کے نفس اَمارہ (کے مکروفریب کو) ختم کرنا چاہے تو اس مرید کی تادیب اپنے ان مریدین کے مجمع میں کرے جنہیں تادیب کی ضرورت نہیں۔

نقل کو عقل پر ترجیح ہوگی

اگر شریعت کا کوئی عقیدہ و نظریہ دلائل نقلیہ قطعیہ سے ثابت ہو اور اس کا مضمون بظاہر عقل کے خلاف ہو تو اس میں نقل کو عقل پر ترجیح دی جائے گی، محض بظاہر عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے نصوص میں بے جا تاویل کرنا اور اس عقیدہ کا انکار کرنا جائز نہیں۔

فائدہ:

کوئی عقیدہ عقلِ سلیم کے خلاف ہرگز نہیں ہوتا البتہ بسا اوقات عقل سے ماوراء ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ کسی عقیدہ کے عقل سے ماوراء ہونے کو عقل کے خلاف سمجھ لیتے ہیں اور اس عقیدہ کا انکار کر دیتے ہیں جس طرح معتزلہ بعض عقائد (قبر کے سوال وجواب، قبر کے ثواب وعذاب اور وزنِ اعمال) کو اپنی عقل کے خلاف سمجھ کر ان عقائد کا انکار کر دیتے ہیں۔

عقیدہ کی حقانیت کا اعتقاد

ہر مؤمن کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ میرا عقیدہ حق ہے اور میرے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔ اس لیے کہ ایمان کا معنیٰ "یقین" ہے۔ اگر اپنے عقیدے کے حق ہونے کا یقین نہ ہو تو بندہ مؤمن ہی نہیں رہتا۔ لہٰذا عقائد کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا عقیدہ ہی حق اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔ البتہ مسائلِ اجتہادیہ ومذاہبِ فقہیہ میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا مذہب درست ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال بھی ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہے لیکن اس میں درست ہونے کا احتمال بھی ہے۔

مشق نمبر 1

مختصر جواب لکھیں:

1. عقیدہ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھیں۔
2. عقیدہ کی دو اہمیتیں تحریر کریں۔
3. عقائد قطعیہ اور ظنیہ کی تعریف لکھیں۔
4. دلیل قطعی اور دلیل ظنی کی تعریف لکھیں۔
5. دلیل قطعی اور دلیل ظنی کی کتنی اقسام ہیں؟ صرف تعداد لکھیں۔
6. اپنے استاذ صاحب کی معاونت سے امام ابو حنیفہ کی شخصیت پر پانچ صفحات کا ایک جامع نوٹ لکھیں۔
7. نزاع لفظی اور نزاع حقیقی کی تعریف مع مثال تحریر کریں۔
8. "اسلاف کے فہم کو ترجیح ہوتی ہے" اس پر کوئی ایک مثال لکھیں۔
9. ﴿ ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِي السَّمَآءِ ﴾ سے بظاہر اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کی وضاحت اهل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق کریں۔
10. اپنے عقیدہ کی حقانیت کا اعتقاد کس حد تک ضروری ہے؟

ایمان، اسلام اور کفر

ایمان کا لغوی معنیٰ:

ایمان کا لغوی معنیٰ تصدیق ہے یعنی خبر دینے والے کی خبر کا یقین کر کے اسے قبول کرنا اور مخبِر کو سچا قرار دینا۔

ایمان کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاحِ شریعت میں ایمان کا مطلب ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیزیں واضح طور پر ثابت ہیں ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا؛ جو چیزیں تفصیلاً ثابت ہیں ان کی تفصیلی اور جو اجمالاً ثابت ہیں ان کی اجمالی تصدیق کرنا۔

ایمان کی قسمیں:

ایمان کی دو قسمیں ہیں:

1: ایمان اجمالی

جسے ایمان مجمل بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کو سچا جانتا اور مانتا ہوں۔

2: ایمانِ تفصیلی

جسے ایمان مفصل بھی کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات، فرشتے، آسمانی کتابیں، تمام انبیاء اور رسول، قیامت اور تقدیر وغیرہ کے بارے میں جتنی باتیں قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں ان کی دل سے تصدیق کرنا اور بوقت ضرورت زبان سے اقرار کرنا۔

فائدہ نمبر 1:

اس حوالے سے چند باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1): مومن ہونے کے لیے ایمانیات کا اجمالی اعتقاد کافی ہے، تفصیلات اور ان کے دلائل کا جاننا ضروری نہیں۔

(2): اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ایمانیات میں اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں اجمالی ایمان کافی ہے تو باقی امور میں بھی اجمالی ایمان کافی ہو گا۔

(3): اللہ تعالیٰ پر اجمالی ایمان لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جو صفات باری تعالیٰ بیان فرمائی ہیں بس ان کو مان لیا جائے، سمجھ میں آ جائیں تب بھی مانا جائے اور اگر سمجھ میں نہ آئیں تب بھی مانا جائے۔

(4): اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ، آسمانی کتابیں اور آخرت وغیرہ کے بارے میں جو چیزیں قرآن وسنت میں بالتفصیل آئی ہیں ان پر تفصیلاً ایمان لانا۔

فائدہ نمبر 2:

اہلِ علم کے لیے ایمانِ تفصیلی ضروری ہے اور عوام الناس کے لیے ایمانِ اجمالی کافی ہے۔ ہاں البتہ اگر کسی علاقے میں کوئی فتنہ یا فرقہ اپنے کسی غلط عقیدہ کا پرچار کر رہا ہو تو اس وقت عوام الناس پر بھی ضروری ہے کہ علمائے حق؛ صحیح عقیدہ کو جس تفصیل وتوضیح کے ساتھ سمجھائیں تو عوام اس کا اعتقاد رکھیں اور فاسد عقیدہ سے براءت کا اظہار کریں۔ ایسے وقت میں عوام کے لیے اجمالی ایمان کافی نہ ہو گا۔

مثال:

"حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے بارے میں عوام کے لیے اتنا اعتقاد کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں، قبر مبارک پر جا کر درود پڑھا جائے تو خود سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔

اب اگر کسی علاقے میں کوئی فرقہ اس صحیح عقیدہ کے خلاف فاسد عقیدہ پیش کرے تو اس وقت جب علمائے حق صحیح عقائد کی جو توضیح وتشریح کریں اور جس تنقیح سے عقیدہ واضح کریں تو عوام پر بھی لازم ہے کہ اسی توضیح، تنقیح اور تفصیل کے ساتھ اس کا اعتقاد رکھیں اور فاسد عقائد کا صراحتاً انکار کریں۔ محض اجمال پر اکتفاء نہ کریں۔

ایمان کی شرائط:

اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی بھی شخص اس وقت مومن شمار ہوتا ہے جب وہ ان تمام چیزوں کی دل وجان سے تصدیق کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، خواہ یہ شخص زبان سے اقرار کرے یا زبان سے اقرار نہ کرے۔

فائدہ نمبر 1:

ایمان اصل میں "تصدیق قلبی" کا نام ہے اقرار باللسان ایمان کی علامت ونشانی ہے۔

فائدہ نمبر 2:

اقرار باللسان تین وقتوں میں ضروری ہے:

[1]:زندگی میں ایک مرتبہ

زندگی میں ایک بار ایمان کا زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص دل سے تصدیق تو کرتا ہو لیکن قدرت کے باوجود زبان سے اقرار نہ کرتا ہو تو اسے فاسق کہیں گے۔

[2]:بوقت مطالبہ

جب کسی شخص کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ مومن ہے یا کافر اور اس وقت اس سے مطالبہ کیا جائے تو اس وقت زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔

[3]:برائے اجرائے احکام

کسی شخص پر احکامِ اسلام اس وقت جاری ہوں گے جب وہ اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرے۔

فائدہ نمبر 3:

یہ معاملہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے مگر مسلم معاشرے میں اس کو مومن اس وقت سمجھا جائے گا جب اس میں دو شرائط پائی جائیں:

1: اقرار باللسان

زبان سے شہادتین کا اقرار کرنا۔

2: براءت عن اہل الباطل

ادیانِ باطلہ سے براءت کا اعلان کرنا

فائدہ نمبر 4:

اگر کوئی شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہے، زبان سے اقرار بھی کرتا ہے لیکن دیگر ادیان کو باطل نہیں سمجھتا تو اس کا ایمان معتبر نہیں۔

نفسِ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی:

ایمان کی مقدار نہ تو بڑھتی ہے اور نہ ہی کم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ "ایمان" نام ہے اس تصدیقِ قلبی کا جو یقین کی حد تک پہنچی ہو جس میں کمی بیشی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ اگر یقین میں کمی ہو جائے تو بندہ مؤمن نہیں رہتا اور جب تصدیق؛ یقین کی حد تک پہنچ جائے تو اس میں اضافہ بھی نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ:

قرآن کریم کی جن آیات میں ایمان کے بڑھنے کا تذکرہ ہے ان کے بارے میں یاد رکھیں کہ ایک ہے ایمان کی کمیت (یعنی مقدار) یعنی "ایمانیات" کہ کن کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ایمانیات میں سے کسی چیز کو چھوڑا جا سکتا ہے نہ ہی ان میں اضافہ کیا جا سکتا ہے اور ایمان کے بارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فرمان "لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ" کا بھی یہی مطلب ہے، اور ایک ہے ایمان کی کیفیت یعنی حالت اور کیفیت جو کہ ماحول اور احوال کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے۔ یہ کیفیت اچھا ماحول ملنے کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے اور ماحول اچھا نہ ملنے کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔

تو جہاں قرآن کریم میں ہے کہ ایمان بڑھتا ہے تو اس کا معنٰی یہ ہے کہ ایمان کبھی کیفیت کے اعتبار سے بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے یہ آیات مبارکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف نہیں۔

اسلام کا لغوی معنیٰ:

لفظ اسلام کا لغوی معنیٰ ہے: کسی کے حکم دینے یا منع کرنے کے سامنے بلا چون وچرا سر جھکا دینا۔

اسلام کا اصطلاحی معنیٰ:

اسلام؛ اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کا نام ہے۔

ایمان اور اسلام میں فرق:

ایمان اور اسلام میں لغوی اعتبار سے فرق ہے۔ ایمان نام ہے ماننے کا اور اسلام نام ہے کرنے کا۔ جبکہ شرعی اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں کہ "ایمان" کا معنیٰ ہے دل و جان سے یقین کرنا اور "اسلام" کا معنیٰ ہے دل و جان سے خود کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرنا۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

کفر کا لغوی معنیٰ:

جس چیز کو ظاہر کرنا چاہیے اسے چھپالینا یا کسی چیز کا انکار کرنا "کفر" کہلاتا ہے۔

کفر کا اصطلاحی معنیٰ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیزیں بدیہی طور پر ثابت ہیں ان کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے۔

فائدہ:

بدیہی طور پر ثابت شدہ چیزوں کو ضروریاتِ دین بھی کہتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

کفر کی اقسام

کفر کی گیارہ اقسام ہیں:

[1]: کفرِ انکار

اسلام کو ظاہراًاور باطناًنہ ماننا یعنی دل میں تصدیق نہ ہو اور زبان سے اقرار نہ ہو۔ جیسے عام کفار کا کفر۔

[2]: کفرِ نفاق

زبان سے اسلام کا اظہار کرنا مگر دل سے انکار کرنا۔ جیسے عبد اللہ بن ابی کا کفر۔

نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

ا: نفاقِ اعتقادی

اسلام کا اظہار کر کے کفر کو چھپانا۔ جیسے عبد اللہ بن ابی بن سلول کا نفاق۔ کفر کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہے اور اس کا اخروی انجام سب سے برا ہے۔

۲: نفاقِ عملی

دل میں ایمان موجود ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے لیکن بعض کام ایسے کیے جائیں جو منافقین کی عادات ہیں جیسے جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔

[3]: کفرِ ارتداد

اپنی مرضی اور رضامندی سے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانا جیسے عبد اللہ بن نَواحہ کا کفر۔

فائدہ:

مسیلمہ کذاب نے جب دعویٰ نبوت کیا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو قاصد بھیجے ان میں سے ایک عبد اللہ بن نواحہ اور دوسرا ابن اُثال تھا۔ سن 11 ہجری میں جب مسیلمہ اور اس کے متبعین پر چڑھائی کی گئی تو

مسیلمہ اور اس کے کئی متبعین اس جنگ میں واصل جہنم ہوئے اور کئی متبعین بچ گئے۔عبد اللہ بن نواحہ بھی انہی میں سے تھا جو بچ گئے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور اس ارتداد کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کروا دیا۔

[4]: کفرِ شرک

اللہ تعالیٰ کو مان کر اس کی ذات یا مخصوص صفات میں کسی غیر کو شریک کرنا۔ جیسے مشرکینِ مکہ۔

[5]: کفرِ کتابی

پہلی کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد قرآن کریم کا انکار کرنا۔ جیسے یہود و نصاریٰ۔

[6]: کفرِ دہری

خالق کا انکار کر کے عالَم کو قدیم (ہمیشہ سے) مان کر حوادثات کو زمانہ کی طرف منسوب کرنا۔ جیسے فرقہ دہریہ۔

[7]: کفرِ معطّلی

وجود باری تعالیٰ کا انکار کرنا۔ جیسے فرقہ معطّلہ۔

[8]: کفرِ زندقہ

اس کی دو صورتیں ہیں:

1: ایمان کا دعویٰ کر کے ضروریات دین کا صراحتاً انکار کرنا جیسے دعویٰ اسلام کے ساتھ ساتھ خلافتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا۔

2: ایسی تاویل کرنا جو امت کے متواتر عقیدہ کے منافی ہو جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر ختم نبوت میں ظِلّی اور بُرُوزی کی تاویل کرنا۔

ظلی اور بُرُوزی کا معنیٰ:

عربی زبان میں "ظل" سایہ کو کہتے ہیں۔ مرزائیوں کا باطل عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی؛ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا سایہ بن گیا اور ان دونوں کی ذات متحد ہو گئی۔ معاذاللہ

"بُرُوز" (با اور را کے ضمہ کے ساتھ) کا معنی ہے کہ کسی ایک شخصیت کی جگہ کوئی دوسرا شخص ظاہر ہو جائے۔ مرزائی لوگ مرزا قادیانی کو "بُروزی نبی" مانتے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ - معاذ اللہ - مرزا قادیانی؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر ظاہر ہوا ہے۔

[9]: کفرِ جحود

دل سے ایمان کی حقانیت سمجھنا اور زبان سے اعتراف نہ کرنا۔ جیسے ابلیس۔

[10]: کفرِ عناد

دل سے حق سمجھنا، زبان سے اقرار بھی کرنا مگر اسے قبول نہ کرنا۔ جیسے ہرقل بادشاہ کا کفر۔

[11]: کفرِ مفادی

کسی دنیاوی مفاد کی غرض سے اپنے آپ کو کافر کہنا یا لکھنا جیسے بعض لوگوں کا کسی کافر ملک کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے ویزا فارم میں دین (Religion) کے خانے میں خود کو "قادیانی" یا کوئی اور غیر مسلم لکھوانا۔

یادرکھیں!

اپنے آپ کو صراحتاً کسی کافر فرقہ یا اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی طرف منسوب کرنا موجبِ کفر ہے۔

فائدہ نمبر 1:

کفر کی ان گیارہ (11) اقسام میں سے آٹھ اقسام کا تذکرہ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ نے جبکہ قسم نمبر نو (9) اور دس (10) کا اضافہ خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ 1352ھ نے کیا ہے۔ گیارھویں (11) قسم صراحت کے ساتھ کتبِ علم الکلام میں ہماری نظر سے نہیں گزری لیکن موجودہ دور میں چونکہ ایسا معاملہ پیش آتا رہتا ہے اس لیے بندہ نے ان اقسام میں اس قسم کا اضافہ کر دیا ہے۔

فائدہ نمبر 2:

کفر کی تمام اقسام اگرچہ آج موجود ہیں لیکن ہم کسی شخص کو کفرِ نفاق کی بنیاد پر منافق نہیں کہہ سکتے اس لیے

کہ کفر نفاق میں زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر ہوتا ہے جسے معلوم کرنے کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے اس لیے کفرِ نفاق؛ دورِ نبوت کے ساتھ مختص ہے۔

فائدہ نمبر 3:

اگر کوئی شخص خود کو کسی کافر فرقہ کی طرف منسوب کرے تو اس کو کافر ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اسے اس کافر فرقہ کے عقائد کا علم نہ ہو، جس طرح اگر کوئی شخص خود کو مسلمان کہے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اسے اسلامی عقائد کا علم نہ ہو۔

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

کفار سے تعلقات کا حکم

کفار سے تعلقات کی چار قسمیں ہیں:

(1): **موالات**

یعنی دل سے محبت اور دوستی۔ یہ کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

(2): **مدارات**

یعنی ظاہری خوش خلقی۔ یہ اِن تین مقاصد میں سے کسی ایک مقصد کے لیے جائز ہے:

(1)...کافر کے شر اور نقصان سے بچنے کے لیے۔

(2)...اس کافر کی ہدایت کے لیے (بشرطیکہ یہ توقع ہو کہ ہمارے اس عمل سے وہ ہدایت کی طرف آئے گا۔)

(3)...کافر اگر مہمان ہو تو اس کے اکرام کے لیے۔

تنبیہ 1:

اگر آنے والا مہمان کافر لوگوں کا مقتداء ہو اور اس کا اکرام کرنے سے فتنے کا خطرہ ہو تو ایسے شخص کا اکرام کرنا جائز نہیں۔ مثلاً لوگوں کے اس کی طرف مائل ہونے کا، مسلمانوں کو تکلیف پہنچنے کا یا کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اکرام نہ کیا جائے۔

تنبیہ 2:

کافر کے ساتھ ظاہری خوش خلقی کرنے میں اگر مقصد.....

- اس کافر سے مال یا جاہ کا حصول ہو
- یا خوش خلقی کرنے میں دینی ضرر اور نقصان ہوتا ہو

تو یہ ظاہری خوش خلقی بھی جائز نہیں۔

(3): مواساۃ یعنی کفار سے غم خواری کرنا، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، پریشان ہو تو اسے تسلی دینا، فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء سے تعزیت کرنا اور انہیں تسلی دینا وغیرہ۔ جن کفار سے جنگ ہے (یعنی اہلِ حرب) ان کے ساتھ

مواسات جائز نہیں ہے البتہ جن سے جنگ نہیں بلکہ حالتِ امن ہے ان کے ساتھ جائز ہے۔

فائدہ:

جب کوئی فوت ہوتا ہے تو ایک ضرورت اہلِ میت کی ہوتی ہے اور ایک ضرورت میت کی۔ اہلِ میت کی ضرورت ان سے اظہار ہمدردی اور تعزیت کرنا ہے۔ اہلِ میت مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان سے اظہار ہمدردی کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک میت کا تعلق ہے تو اگر میت؛ مسلمان ہو تو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے اور اگر میت؛ غیر مسلم ہو تو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہر گز ہر گز جائز نہیں۔ مغفرت کی دعا صرف مسلمانوں کا حق ہے۔ اس لیے غیر مسلم میت کے لیے کبھی بھی ایسا جملہ نہ بولا جائے جس سے اس کی مغفرت طلب کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے کا ذرا سا پہلو بھی نکلتا ہو۔ اس سے یکسر اجتناب کرنا لازم ہے۔

(4): معاونت یعنی کفار کا تعاون کرنا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جن کفار سے جنگ ہے (یعنی اہلِ حرب) ان کے ساتھ معاونت جائز نہیں ہے اور جن سے جنگ نہیں بلکہ حالتِ امن ہے ان کے ساتھ جائز ہے۔

فائدہ 1:

اگر کافر غیر حربی ہو اور اس کو مالی معاونت کی ضرورت ہو تو اسے صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز نہیں البتہ نفلی صدقہ سے تعاون کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ 2:

جن کفار کا کفر؛ زندقہ کی حد تک پہنچ چکا ہو ان سے بالکلیہ اجتناب ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

فتویٰ تکفیر میں احتیاط

کسی کے بارے میں کفر کا فتویٰ دینا ایک نازک مرحلہ ہے جس میں اعتدال کی بے حد ضرورت ہے۔ کیونکہ کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ:

(1): اسے سلام کرنا؛ ناجائز ہے۔

(2): اس سے قلبی تعلق رکھنا ناجائز ہے۔

(3): اس سے کسی مسلمان کا نکاح کرنا؛ ناجائز ہے۔

(4): اگر اس کا نکاح پہلے سے کسی مسلمان سے ہوا ہو تو وہ نکاح باطل ہے۔

(5): اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

(6): اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز ہے۔

(7): اس کے لیے استغفار کرنا ناجائز ہے۔

(8): اس کے لیے استشفاع کرنا ناجائز ہے۔

(9): اس کے لیے ایصالِ ثواب کرنا ناجائز ہے۔

(10): اس کو وراثت میں حصہ دینا اور اس کی وراثت سے حصہ لینا ناجائز ہے۔

شرائط تکفیر

کسی انسان کے کافر ہونے کا فتویٰ دینا بہت نازک اور اہم ترین مرحلہ ہے اور یہ افتاء کا ایک اہم جزء ہے اس لیے فتویٰ کفر دینے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ فتویٰ کفر دینے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

[1]: فتویٰ دینے والا شخص اھلِ افتاء میں سے ہو۔

[2]: فتویٰ دینے والا شخص عُرف سے واقف ہو۔

[3]: جس شخص کے بارے میں فتویٰ کفر دیا جا رہا ہے اس میں اسبابِ کفر میں سے کوئی سبب موجود ہو۔

[4]: جس شخص کے بارے میں فتویٰ کفر دیا جا رہا ہے اس میں موانع کفر موجود نہ ہوں۔

ہر ایک کی تفصیل پیش خدمت ہے:

شرائط اهلِ افتاء

1. عاقل و بالغ ہو۔ شریعت کے احکام کا مکلف ہو، نابالغ اور مجنون نہ ہو۔
2. مسلمان ہو۔
3. ثقہ ہو۔ یعنی اپنے فن میں پختہ و مضبوط آدمی ہو۔
4. بااعتماد ہو۔
5. اسباب فسق سے بچنے والا ہو۔
6. خلاف مروّت امور سے بچنے والا ہو۔
7. فقہی ذوق کا حامل ہو یا نفس کے مکر و فریب سے واقف ہو۔
8. ذکاوت و فطانت والا ہو فطرت سلیمہ کا مالک ہو۔
9. رائے والا ہو۔
10. اصول و قواعد کو فروعات پر منطبق کرنے اور دلائل کی تہہ میں چھپے مسائل نکالنے کا درست ملکہ رکھنے والا ہو۔
11. بیدار مغز ہو۔

شبہ:

اگر کوئی شخص ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، قیامت کا انکار کرتا ہو تو کیا کوئی عام شخص اس کو بھی کافر نہ کہے اور اس کو کافر کہنے کے لیے مفتی کے فتویٰ کا انتظار کرے؟

جواب:

یہ جو ہم نے کہا کہ کسی کے بارے میں فتویٰ کفر دینے کے لیے آدمی کا "مفتی" ہونا ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کفر واضح نہ ہو اور اس کے کفر میں کوئی شبہ موجود ہو کہ ممکن ہے کہ اس میں ایمان کا کوئی

احتمال موجود ہو تو ایسے شخص پر فتویٰ کفر صادر کرنے کے لیے "مفتی" ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس کی تحقیق و تفتیش کرے۔ باقی جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہو جیسے وجود باری تعالیٰ کا انکار، نبوت کا انکار یا قیامت کا انکار کرتا ہو تو اس کے کفر میں کوئی شبہ ہی نہیں، ایسے شخص کا کفر چونکہ بالکل واضح ہے اس لیے اسے کافر کہنے کے لیے کسی مفتی کے فتویٰ کی حاجت نہیں۔

معرفتِ عُرف

کفر کا فتوی دینے والے شخص کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عرف، سوسائٹی اور معاشرہ کو جانتا ہو۔ بسا اوقات کوئی جملہ شریعت کی نظر میں بہت خطرناک ہوتا ہے لیکن عرف اور ماحول میں وہ لفظ کسی اور مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے کیونکہ عرف کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں جیسے کسی چھوٹے بچے کو معصوم کہنا۔ گر کوئی انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کو معصوم مانے اور غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے لیکن ہمارے عرف میں چھوٹے بچوں کو معصوم کہہ دیا جاتا ہے۔ چونکہ کہنے والے اس کا معنیٰ شرعی مراد نہیں لیتے بلکہ معنیٰ عرفی (سادہ، بھولا بھالا، ناسمجھ) مراد لیتے ہیں اس لیے بچوں کو معصوم کہنے والے کافر نہیں ہوتے۔

فائدہ:

نبی کو معصوم ماننے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی سے گناہ ہونے نہیں دیتے۔ جہاں تک ہمارے عرف میں چھوٹے بچے کو معصوم کہنے کا تعلق ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ بچہ ہے، اگر یہ بچہ کوئی گناہ کر بھی لے تو نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے گناہوں کو لکھا نہیں جاتا۔

تکفیر کے اسباب

اختصار کے ساتھ پانچ ایسے اسباب ذکر کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔

1: انکار

ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا صراحتاً انکار کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ختم نبوت اور قیامت کے دن جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنا۔

2: استحلال

جن امور کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال سمجھنا جیسے شراب۔ اس کے لیے دو شرطیں ہیں:

[1]: حلال سمجھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ چیز حرام ہے۔

[2]: اس چیز کی حرمت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو۔

3: استخفاف

کسی غیر معمولی چیز کو معمولی سمجھنا اور عظیم چیز کو حقیر سمجھنا۔

اس کی دو صورتیں ہیں:

[1]: جن چیزوں کو شریعتِ مطہرہ نے عزت واحترام بخشا ہے ان کی توہین وتذلیل کرنا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا، قرآن کریم کی توہین کرنا۔

[2]: شریعت کی حرام کردہ چیزوں کی حرمت کو معمولی سمجھنا اور وعیدوں کو اہمیت نہ دینا۔ جیسے زنا کی حرمت کو ہلکا سمجھنا، سود کی حرمت کو معمولی سمجھنا۔

4: استہزاء

شرعی احکام کا مذاق اڑانا۔ جیسے ڈاڑھی کا مذاق اڑانا۔

5: تاویلِ باطل

کسی نص یا قطعی عقیدہ میں ایسی تاویل کرنا جو دیگر نصوص قطعیہ یا اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو جیسے قادیانیوں کا خاتم النبیین کے معنٰی میں تاویل کرکے اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھنا۔

تاویل

عقائد کے بارے میں تاویل کو کافی اہمیت حاصل ہے اس لیے تاویل سے متعلق چند ضروری باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

تاویل کا لغوی معنیٰ:

تاویل کا لغوی معنیٰ ہے: لوٹانا۔

تاویل کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاحی اعتبار سے تاویل کا مطلب ہے: لفظ کا ظاہری معنیٰ چھوڑ کر کوئی اور معنیٰ مراد لینا بشرطیکہ لفظ اس معنیٰ کا احتمال رکھتا ہو۔

تاویل کی قسمیں:

تاویل کی دو قسمیں ہیں:

1: تاویل صحیح:

کسی نص کا ایسا معنیٰ مراد لینا جو دیگر نصوص اور اجماع امت کے خلاف بھی نہ ہو اور نص میں اس معنیٰ کا احتمال بھی ہو، تو یہ تاویل پانچ شرائط کے ساتھ جائز و مقبول ہے۔

شرائطِ تاویل

1: لغوی اور ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہو:

اگر کسی آیت یا حدیث کا ظاہری معنیٰ مراد لینا ناممکن ہو تو اس میں تاویل کرنا واجب ہے جیسے قرآن کریم کی وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے وہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو مخلوق کے لیے بطور عضو استعمال ہوتے ہیں مثلاً ید، عین، ساق وغیرہ اب یہاں ان کا ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے یا تو اسے متشابہ قرار دیں گے اور تاویل نہیں کریں گے۔ اور یا اس میں مناسب تاویل کرتے ہوئے

ایسا معنیٰ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات کے مخالف نہیں ہو گا۔ چنانچہ یہ کہا جائے گا کہ ید سے مراد قدرت، عین سے مراد حفاظت و نگرانی ہے۔

2: ظاہری معنیٰ کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو:

اگر کسی آیت یا حدیث کے ظاہری معنیٰ کے خلاف یقینی اور قطعی دلیل یعنی قرآن کریم کی غیر مؤول آیت، حدیث متواتر یا اجماع موجود ہو تو ایسی صورت میں ظاہری معنیٰ چھوڑ کر اس میں تاویل کرنا واجب ہے۔ جیسے قرآن کریم کی وہ آیات جن سے بظاہر دو حیاتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک دنیا والی اور دوسری آخرت والی۔ بظاہر اس آیت میں قبر کی حیات کی نفی ہوتی ہے اس لیے کہ اگر قبر کی زندگی مانی جائے تو زندگیاں تین بن جاتی ہیں۔

لیکن یہ معنیٰ ایسا ہے جو اجماع امت کے خلاف ہے کیونکہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی قبر میں میت کو اتنی حیات عطا فرماتا ہے جس سے وہ ثواب وعذاب کو محسوس کرتی ہے۔ اس لیے دو حیاتوں والی آیات میں مناسب تاویل کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے ایسی زندگی جس میں حیات کے آثار نظر آئیں اور وہ حیات کامل اور مستقل ہو، وہ دو ہیں: ایک دنیا کی دوسری آخرت کی۔ رہی قبر کی زندگی تو یہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اور یہ ایسی مخفی حیات ہے جو کامل نہیں بلکہ نوع من الحیاۃ ہے جس میں میت یا اجزائے میت سے روح کا صرف اتنا تعلق رہتا ہے جس سے میت ثواب یا عذاب کو محسوس کرتی ہے۔ قبر کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں جس طرح ماں کے پیٹ میں ملنے والی زندگی مستقل نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کا مقدمہ ہے۔ لہٰذا ان آیات میں کلی اور ظاہری حیاتوں کا تذکرہ ہے۔

3: لفظ میں تاویل کا احتمال ہو:

حقیقی معنیٰ کے ساتھ ساتھ دوسرا معنیٰ اس وقت مراد لیا جا سکتا ہے جب لفظ اس معنیٰ کا احتمال بھی رکھتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ﴾ کہ اللہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے کا معنیٰ یہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے تو یہ اس آیت کی "تفسیر" کہلائے گی اور اگر معنیٰ یہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو کافر سے یا عالم کو جاہل سے پیدا کرتا ہے تو یہ "تاویل" کہلائے گی۔

4:مؤوِّل اہل ہو:

یعنی تاویل کرنے والا قرآن کریم، حدیث مبارک اور عربی لغت، زبان کے محاورات سے واقف ہو۔
مؤول کے اہل ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ تفسیر کے لیے جن پندرہ علوم کی ضرورت ہے یہ شخص ان علوم کا حامل ہو۔ وہ پندرہ علوم یہ ہیں:

[1]:لغت	[2]:نحو	[3]:صرف	[4]:اشتقاق
[5]:معانی	[6]:بیان	[7]:بدیع	[8]:قراءۃ
[9]:عقائد	[10]:اصولِ فقہ	[11]:اسبابِ نزول	[12]:ناسخ و منسوخ
[13]:فقہ	[14]:احادیث	[15]:علمِ لدنی	

ان علوم کی تفصیل میری تصنیف "اصولِ تفسیر" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

5:تاویل ضروریاتِ دین میں نہ ہو:

دین کے وہ بنیادی عقائد و احکام جو ہر کسی کو معلوم ہوں اور ان کا معنٰی و مفہوم متواتر ہو تو ان میں تاویل کرنا درست نہیں جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اب کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر اس میں ظلی، بروزی، تشریعی و غیر تشریعی کی تاویل کر کے کسی قسم کی نئی نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہو گا۔

2:تاویل باطل:

نص کا ایسا معنٰی مراد لینا جو دیگر نصوصِ قطعیہ کے خلاف ہو اور نص اس معنٰی کا احتمال بھی نہ رکھتی ہو یہ تاویل باطل اور ناجائز ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نام "نبی" نہیں رکھ سکتے تو یہ شخص زندیق ہے۔

فائدہ:

"تاویل باطل" کو تاویل کہنا ایسے ہی ہے جیسے من گھڑت بات کو "حدیث موضوع" کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ

موضوع بات "حدیث" نہیں ہوتی لیکن اس پر حدیث کا لفظ اس لیے بول دیا جاتا ہے کیونکہ اسے گھڑ کر پیش کرنے والا اسے "حدیث" کہہ کر پیش کرتا ہے تو "حدیث موضوع" کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے جو بات حدیث کے نام پر پیش کی ہے یہ بناوٹی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔ بالکل اسی طرح کسی نص کا غلط مفہوم و مطلب بیان کرنے والا شخص اپنی اس توجیہہ کو "تاویل" کا نام دے کر پیش کرتا ہے اس لیے اس کا رد کرنے کے لیے "تاویل باطل" کا لفظ کہہ دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے جو توجیہ "تاویل" کے نام پر پیش کی ہے یہ باطل اور غلط توجیہ ہے۔

عدمِ تکفیر کے اسباب

جس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جارہا ہے ضروری ہے کہ اس کی بات یا عمل میں موانع کفر موجود نہ ہوں۔ اگر اس شخص میں موانع کفر موجود ہوں تو ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

یہاں چند ایک موانع تکفیر ذکر کیے جاتے ہیں:

1: احتمال

اگر کوئی مومن ایسا جملہ یا کلمہ کہہ دے جس میں کئی احتمالات ہوں، ان میں اکثر احتمالات کفریہ اور کوئی ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کے قول میں تاویل کر کے اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ جیسے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ حتی الامکان قائل کے قول میں ایمان والے احتمال کو ترجیح دے کر اسے کفر کے فتویٰ سے بچاتے تھے۔

ہاں البتہ اگر قائل خود ہی کفر والے احتمال کو متعین کر دے تو پھر کسی اور کی تاویل اسے کفر سے نہیں بچاسکتی۔

تنبیہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہِ کفر ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو بھی اس کو مسلمان سمجھا جائے گا حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ بلکہ اس کا صحیح بات یہ ہے کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہ

ایمان کی ہوں اور ایک ایسا جملہ ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے بلکہ ایمان والے احتمال کو ترجیح دی جائے گی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ) نے "امداد الفتاویٰ" میں ایک سوال کے جواب میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ سوال و جواب دونوں نقل کیے جاتے ہیں:

سوال498: مشہور ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو اس پر کفر کا فتویٰ دینا نہ چاہئے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کلمات کو کفر کے لیے وضع کیا ہے تو پھر کلمات کفر کو کفر کے لیے وضع کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر محض زجر مقصود ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانا بڑے بڑے عالم بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر بلکہ حقیقت میں کلماتِ کفر کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، اس فتویٰ کو کس پر محمول کرنا چاہئے؟

جواب: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں تب بھی فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں اگر ایک امر بھی موجب کفر یقینی پایا جائے تب بھی فتویٰ دیدیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں بعض احتمالات پر تو وہ موجب کفر ہے اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجب کفر نہیں اور وہ ایک ہے تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے جو موجبِ کفر نہیں اور تکفیر سے احتیاط کریں گے۔

امدادالفتاویٰ:ج4ص393

2:سبقتِ لسانی

اگر کسی انسان کی زبان اس کے قابو میں نہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہو گا۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک غیر آباد صحرا میں اپنی سواری پر سفر کر رہا ہو اس کا کھانا، پینا، سازوسامان اسی سواری پر ہو اور وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ انسان اس کی واپسی سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ جائے۔ وہ اسی مایوسی کے عالم میں اچانک دیکھتا ہے کہ وہ اونٹنی اس کے پاس کھڑی ہے، وہ اسے نکیل کی رسی سے پکڑ کر بے حد خوشی میں کہتا ہے: اے

اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ بندہ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر گیا۔

صحیح مسلم: حدیث نمبر 2747

3: اکراہ

اگر کسی بندے کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے کہ فلاں کلمہ کہو ورنہ جان سے ماردیں گے یا تمہارا کوئی عضو کاٹ دیں گے اور وہ کفریہ کلمہ کہہ دے تو کافر نہیں ہو گا بشرطیکہ دل مطمئن ہو۔ جیسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان بچانے کے لیے کچھ نازیبا کلمات فرما دیے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آپ کے ایمان کا فیصلہ فرمادیا۔

4: دینی ضرورت

اگر کوئی شخص کسی دینی ضرورت کی وجہ سے زبان سے کفریہ کلمہ کہہ دے تو وہ کافر نہیں ہو گا بشرطیکہ اس کے دل میں تصدیق موجود ہو اور اس کے اعتقادات میں کوئی ایسی چیز موجود نہ ہو جو تصدیق کے منافی ہو۔ جیسے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ علیہ السلام کی شان اقدس میں بعض غیر مناسب جملے کہے تھے۔

5: لزومِ کفر

اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو موجِب کفر نہ ہو اور کہنے والے کی نیت بھی کفریہ مضمون کی نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آرہا ہو تو محض لزوم کفر کی وجہ سے قائل کافر نہ ہو گا جب تک وہ کفر کا التزام نہ کرے۔ ہاں اگر لزوم کفر یقینی اور بالکل واضح ہو تو پھر یہ بھی کفر ہو گا۔

- لزوم کا معنیٰ: لگتا ہے۔
- التزام کا معنیٰ: واقعی ہے۔

جیسے معتزلہ کے عقائد و نظریات کے بارے میں جب بحث ہو تو کہہ دیا جاتا ہے کہ "معتزلہ کا یہ موقف کفر ہے" اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ "ان کی فلاں بات سے کفر لازم آتا ہے" لزومِ کفر؛ کفر نہیں ہوتا اس لیے ہم معتزلہ کو ان کے عقائد فاسدہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔

مرتکب کبیرہ کا حکم

اگر کوئی مسلمان حالت ایمان میں کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا۔ البتہ اگر وہ کسی گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو پھر کافر ہو جائے گا۔

تنبیہ:

بعض احادیث میں کچھ گناہوں کے ارتکاب پر عدمِ ایمان کا حکم لگایا گیا ہے، جیسے جان بوجھ نماز چھوڑنے والے کو حدیث میں کافر کہا گیا ہے۔ ایسی روایات کے بارے درج ذیل باتیں ذہن میں رہیں:

1: اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص نے کافروں والا کام کیا۔

2: یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو نماز کا انکار کرے۔

3: یہ باعتبار انجام کے بتایا گیا ہے کہ جب انسان نماز کو چھوڑ دے گا تو بالآخر یہ کام اسے کفر تک لے جائے گا۔ یعنی یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے بارے میں کفر پر مرنے کا خدشہ ہے۔

جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ان کا اُخروی حکم

اس اعتبار سے افراد کی چار قسمیں ہیں:

[1]: ایک شخص کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس میں وجودِ باری تعالیٰ، توحید باری تعالیٰ وغیرہ میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت موجود تھی تو وہ عند اللہ معذور نہیں ہو گا بلکہ اس کا مؤاخذہ ہو گا۔

[2]: ایک شخص کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت موجود نہیں تھی تو آخرت میں اس کا امتحان ہو گا کہ یہ شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ایک منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص کو پیغام دے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ! اگر یہ اس آگ میں داخل ہوا تو وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور پر امن ہو جائے گی اور یہ اطاعت گزار شمار ہو گا۔ اس صورت میں اس کا مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ اگر اس نے اطاعت نہ کی تو یہ نافرمان شمار ہو گا۔ اس صورت میں اس کا مؤاخذہ ہو گا۔

[3]: ایک شخص میں عقل و فہم موجود ہے لیکن اس کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس شخص نے معاصی کا ارتکاب بھی کر رکھا ہو تو ارتکابِ معاصی کی وجہ سے اس کا مؤاخذہ نہیں ہو گا کیونکہ اجتناب عن المعاصی (گناہوں سے بچنے) کی بنیاد رسول یا کسی داعی کا اسے دعوت دینا ہے۔ البتہ توحید نہ ہونے کی وجہ سے مواخذہ ہو گا۔

[4]: ایک شخص میں عقل و فہم موجود ہے، اس کو دعوتِ اسلام بھی پہنچی ہے لیکن وہ عقیدۂ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس نے معاصی کا ارتکاب بھی کر رکھا ہو تو اس شخص کو عدمِ ایمان کی وجہ سے عذاب ہو گا اور ارتکابِ معاصی کی وجہ سے مزید عذاب ہو گا۔

کسی شخص پر لعنت کرنے کا حکم

لعنت کا لغوی معنیٰ:

لعنت؛ لغت میں دور کرنے کو کہتے ہیں۔

لعنت کا اصطلاحی معنیٰ:

لعنت کا شرعی معنیٰ کافروں کے حق میں انہیں اللہ کی رحمت سے دور کرنا اور مومنین کے حق میں انہیں اَبرار (نیک صالح لوگوں) کے درجہ سے محروم کرنا ہے۔

لعنت بھیجنے کے حکم کی تفصیلات:

افراد اور ان کے احوال کے پیشِ نظر ان پر لعنت بھیجنے کے حکم میں کچھ تفصیل ہے۔

[1]: ایسے افراد جن کی موت حالتِ کفر پر ہوئی ہو ان کا نام لیے بغیر ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے یوں کہنا کہ "کفر پر مرنے والوں پر لعنت ہو"۔

[2]: ایسے افراد جن کے بارے میں یقین ہو کہ ان کی موت حالتِ کفر پر ہوئی ہے ان کا نام لے کر ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے یوں کہنا کہ فرعون پر لعنت، ابو جہل (عمرو بن ہشام) پر لعنت۔

[3]: زندہ یا مردہ کی قید کے بغیر مطلقاً کافر پر لعنت بھیجنا بھی جائز ہے چاہے ان کفار کا وصفِ عام (کفر) ذکر کر کے

لعنت کی جائے یا وصفِ خاص (مثلاً یہودیت، نصرانیت وغیرہ) ذکر کر کے لعنت کی جائے۔ جیسے یوں کہنا کہ کافروں پر اللہ کی لعنت، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔

[4]: جو شخص زندہ ہو اور حالتِ کفر میں ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔

فائدہ:

اس سے مراد وہ شخص ہے جس میں ایسے قرائن پائے جاتے ہوں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص علی الدوام کفر پر نہیں رہے گا کہ اس کی موت بھی کفر پر آئے بلکہ اس میں امکان ہو کہ یہ کسی وقت مسلمان ہو سکتا ہے، ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو جو کافر ہے لیکن اس کے بارے میں قرائن و شواہد ایسے ہوں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ کبھی بھی اسلام نہ لائے گا تو اس پر لعنت کرنا جائز ہو گا کیونکہ یہاں مقصد اس شخص کے شر سے مسلمانوں کو خبردار کرنا اور بچانا ہے۔

[5]: اگر کوئی کافر ایسا ہو جو زندہ ہو، اسلام کا صریح مخالف ہو، اپنی تصنیف، تقریر اور اثر ورسوخ کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچاتا ہو، ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔

[6]: جس شخص کا کفر پر مرنا کسی دلیل سے معلوم نہ ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

[7]: ایک شخص کفر پر مر گیا اور اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو اور وہ شخص جب تک زندہ تھا اسلام کے لیے نقصان کا باعث نہیں تھا، اگر اس شخص پر لعنت بھیجنے سے اس کے کسی رشتہ دار مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہو تو اس شخص پر لعنت نہیں بھیجنی چاہیے۔ جیسے ایک شخص کافر تھا اور اس کا بیٹا مسلمان ہے، اگر اس کافر پر لعنت بھیجیں تو اس کے بیٹے کو تکلیف ہو گی تو اب اس پر لعنت نہ بھیجی جائے۔

[8]: ایسے زندہ مسلمان جو گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں تو ان کے کسی فرد کو متعین کیے بغیر ان کو اس گناہ کے ساتھ متصف کر کے ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے یوں کہنا: ان مردوں پر لعنت جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

[9]: مسلمان جو گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں ان کے فردِ معین پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔

[10]: فوت شدہ مسلمان فاسق ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

چند اصطلاحات

اہلِ قبلہ

لغوی معنی:

لغوی اعتبار سے "اہل قبلہ" ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ سے مراد ضروریات دین کو ماننے والے، اہل ایمان اہل اسلام ہیں۔

اہلِ قبلہ کا حکم:

اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر کہنا جائز نہیں ہاں اگر وہ کسی گناہ کو حلال سمجھتا ہے تو پھر استحلال معصیت کی وجہ سے کافر ہو گا۔

فائدہ نمبر 1:

یہ جو کہا جاتا ہے کہ "اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہا جائے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ:

1: انہیں ارتکابِ معاصی کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔

2: انہیں عقائد ظنیہ کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔

3: انہیں امور خَفِیَّہ غیر مشہورہ (امورِ غیر بدیہیہ) کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔

فائدہ نمبر 2:

"امور خفیہ غیر مشہورہ" سے مراد وہ اعتقادات ہیں جو عوام میں زیادہ شہرت نہ پاتے ہوں اور ان کا سمجھنا نظر و فکر پر منحصر ہو۔ جیسے قرآن کریم کا قدیم ہونا، فرشتوں پر انبیاء علیہم السلام کی فضلیت وغیرہ۔ اسی طرح فقہاء کے اجتہادی مسائل بھی اس قسم میں داخل ہیں مثلاً "قروء" سے مراد حیض ہونا، ربوی چیزوں میں کمی زیادتی اور ادھار کا حرام ہونا۔

فائدہ نمبر 3:

عوام الناس میں اہلِ قبلہ کا جو اصطلاحی مفہوم مشہور ہے کہ "اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں" تو یہ مفہوم غلط ہے۔ "اہلِ قبلہ" ایک شرعی اصطلاح ہے جس کی مخصوص مراد ہے یعنی ضروریات دین کو ماننے والے لوگ۔ جس طرح "خلافتِ راشدہ" اور "خلفائے راشدین" شرعی اصطلاحات ہیں جن کی مراد یہ ہے کہ آیت استخلاف (سورۃ النور: آیت 55) میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ چار ہیں اور ان کی خلافت کو "خلافتِ راشدہ" کہتے ہیں۔

آیتِ استخلاف مع ترجمہ پیش خدمت ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں کہ وہ انہیں لازماً زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور اور ان کی خاطر ان کے دین کو لازماً اقتدار بخشے گا اور ان کے گزشتہ خوف کو لازماً امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو وہی نافرمان ہوں گے۔

ایمان و کفر:

ایمان اور کفر دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایمان؛ صحت جبکہ کفر؛ بیماری ہے۔ جس طرح صحت مند ہونے کے لیے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لیے کسی ایک بیماری کا لگ جانا بھی کافی ہے اسی طرح مومن ہونے کے لیے تمام ضروریاتِ ایمان کی تصدیق ضروری ہے اور کافر ہونے کے لیے ضروریات ایمان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے۔

سنت و بدعت:

سنت اور بدعت دو متضاد چیزیں ہیں۔ سنت؛ صحت جبکہ بدعت؛ بیماری ہے۔ جس طرح صحت مند ہونے

کے لیے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لیے کسی ایک بیماری کا لگ جانا بھی کافی ہے اسی طرح اھل السنۃ والجماعۃ ہونے کے لیے تمام ضروریاتِ اھل السنۃ والجماعۃ کی تصدیق ضروری ہے اور بدعتی ہونے کے لیے ضروریاتِ اھل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے۔

شاذ:

ایک مسئلہ پر اہل حق کے 99 افراد متفق ہیں اور اس مسئلہ میں اہلِ حق کا ایک فرد اختلاف کرتا ہے تو ان میں 99 کو سوادِ اعظم اور ایک کو "شاذ" کہتے ہیں۔

حکم:

"شاذ" کی اتباع نہیں کریں گے بلکہ "سوادِ اعظم" کی کریں گے۔

فائدہ نمبر 1:

"شاذ" رائے کو گمراہ تو نہیں کہیں گے کیونکہ یہ اہلِ حق کے فرد کی رائے ہے، اسے "تفرد" کہیں گے۔

فائدہ نمبر 2:

اگر وہ فرد اپنی رائے کو حق کہہ کر دوسروں کی تضلیل کرتا ہے تو اس فرد کو "ضال" اور "مضل" کہیں گے۔

فائدہ نمبر 3:

اگر کوئی اور شخص اس فرد کی رائے کو "مذہب" بنا کر مشہور کرے تو ایسے شخص کو بھی "ضال" اور "مضل" کہیں گے۔

فرقہ:

مستقل عقائد و مسائل کے حاملین افراد پر مشتمل گروہ کا نام "فرقہ" ہے۔

فائدہ نمبر 1:

فرقہ کی دو قسمیں ہیں:

۱: فرقہ ناجیہ

اگر کسی فرقہ کے عقائد و مسائل درست ہوں تو وہ فرقہ ناجیہ، اہلِ حق ہو گا۔

۲: فرقہ ضالہ

اگر کسی فرقہ کے عقائد و مسائل غلط ہوں تو وہ فرقہ ضالہ ہو گا۔

فائدہ نمبر 2:

فرقہ ضالہ کی دو قسمیں ہیں:

۱: فرقہ ضالہ کافرہ

اگر کوئی فرقہ ضروریاتِ دین کے مقابلے میں چند ایک ضروریاتِ دین گھڑ لے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار کر دے تو یہ فرقہ ضالہ کافرہ ہو گا۔ جیسے منکرینِ ختمِ نبوت، منکرینِ قرآن، منکرینِ حدیث، منکرینِ صحابہ۔

۲: فرقہ ضالہ مبتدعہ

اگر کوئی فرقہ ضروریاتِ اھل السنۃ والجماعۃ کے مقابلے میں چند ایک عقائد و مسائل گھڑ لے یا ضروریاتِ اھل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک کا انکار کر دے تو وہ فرقہ ضالہ مبتدعہ ہو گا، البتہ فرقہ کافرہ نہیں ہو گا۔ جیسے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

دین، مسلک، مذہب، منہج

دین:

منصوصات قطعیّات کا نام ہے جن کا انکار کفر ہے۔یعنی اسلام کا نام دین ہے۔

مسلک:

منصوصات ظنیّات کا نام ہے جن کا انکار اھل السنۃ والجماعۃ سے خروج ہے۔ جیسے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا۔

منصوصات ظنیہ کی اقسام:

منصوصات ظنیہ کی دو اقسام ہیں:

1: ظنی الثبوت

وہ منصوصات جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی اور یقینی نہ ہوں یعنی ہر زمانہ میں اس کے نقل کرنے والے اس قدر زیادہ نہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹی خبر پر اتفاق کر لینے کو عقل محال سمجھتی ہو۔ جیسے اخبارِ آحاد۔

2: ظنی الدلالت

ایسی نصوص جن کی دلالت کے اپنے مفہوم پر یقینی نہ ہو یعنی اس کا مفہوم حتمی اور واضح نہ ہو، اس میں کسی دوسرے معنٰی کا احتمال پایا جاتا ہو۔ جیسے مؤول آیات

مذہب:

اجتہادیّات کا نام ہے۔ جس میں ہر مذہب کے حق اور خطا ہونے کا احتمال ہو تا ہے۔ جیسے مذاہبِ اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ۔

منہج:

طریقہ کار اور پالیسی کا نام ہے۔ جیسے دیوبند۔

فائدہ نمبر 1:

دِيْنُنَا الْإِسْلَامُ	ہمارا دین اسلام ہے۔
مَسْلَكُنَا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ	ہمارا مسلک اھل السنۃ والجماعۃ ہے۔
مَذْهَبُنَا الْحَنَفِيُّ	ہمارا مذہب احناف ہے۔
مَنْهَجُنَا الدِّيُوْبَنْد	ہمارا منہج، دیوبند ہے۔

فائدہ نمبر 2:

- کبھی مذہب کا استعمال دین پر بھی ہوتا ہے اور کبھی دین کا استعمال پر مذہب بھی ہوتا ہے۔ جیسے بعض مرتبہ کسی فارم میں مذہب کا خانہ ہوتا ہے اور مقصود اس سے "دین" کا سوال کرنا ہوتا ہے۔
- بعض لوگ غلط فہمی کی بناء پر مسالک کے اختلاف کو ادیان کا اور ادیان کے اختلاف کو مسالک کا اختلاف کہہ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔
- بعض لوگ غلط فہمی کی بناء پر مذاہب کے اختلاف کو ادیان کا اور بعض لوگ ادیان کے اختلاف کو مذہب کا اختلاف کہہ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

فائدہ نمبر 3:

- ادیان کا اختلاف؛ یہ حق اور باطل بمعنیٰ کفر اور اسلام کا اختلاف ہے۔
- مسلک کا اختلاف؛ یہ حق اور باطل بمعنیٰ سنت وبدعت، ہدایت وضلالت کا اختلاف ہے۔
- مذہب کا اختلاف؛ یہ حق اور خطا کا اختلاف ہے جو باعثِ رحمت ہے۔
- منہج کا اختلاف؛ یہ طریقہ کار اور پالیسی کا اختلاف ہے۔

چند الفاظ میں فرق

تشدد اور تسدد میں فرق:

تشدد: اپنے موقف پر سخت ہونا۔ جیسے لوہے کی زنجیر جو سخت ہونے کے باجود ٹوٹ جاتی ہے۔

تسدد: اپنے موقف پر مضبوط ہونا۔ جیسے ریشم کی رسی جو نرم ہونے کے باجود نہیں ٹوٹتی۔

تعصب اور تصلب میں فرق:

تعصب: ضد وعناد کی بنیاد پر اپنے موقف پر پختگی سے کاربند رہنا۔

تصلب: دلائل کی بنیاد پر اپنے موقف پر پختگی سے کاربند رہنا۔

فائدہ:

بہتر یہ ہے کہ مسلکِ حق پر پختگی کو ''تمسک'' کے لفظ سے تعبیر کیا جائے۔

اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

چند مفید کتب

اھل السنۃ والجماعۃ کے عقائد اور اصولِ عقائد کو پڑھنے، معلوم کرنے اور سمجھنے کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا، ان شاء اللہ۔

[1]: الفقہ الاکبر۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت150ھ

(مع شرح الفقہ الاکبر عربی۔ امام علی بن سلطان بن محمد ہروی المعروف ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ ت1014ھ

شرح الفقہ الاکبر اردو۔ محمد الیاس گھمن)

[2]: عقیدہ طحاویہ۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی رحمہ اللہ ت321ھ

(مع شرح عقیدہ طحاویہ اردو۔ محمد الیاس گھمن)

[3]: العقائد النسفیۃ۔ امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی الحنفی ت537ھ

(مع شرح العقائد النسفیہ عربی۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت792ھ

شرح عقائد نسفیہ اردو۔ محمد الیاس گھمن)

[4]: مرام الکلام فی عقائد الاسلام۔ علامہ عبد العزیز پرہاڑوی الحنفی رحمہ اللہ ت1239 ھ

[5]: العقیدۃ الحسنۃ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت1176ھ

(مع شرح العقیدۃ الحسنۃ اردو۔ محمد الیاس گھمن)

[6]: المہند علی المفند۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ت1348ھ

(مع حاشیہ المہند علی المفند۔ محمد الیاس گھمن)

[7]: اکفار الملحدین۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ1352ھ

[8]: عقائد الاسلام۔ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت1394ھ

[9]: العقائد الاسلامیۃ مع اردو ترجمہ اسلامی عقائد۔ محمد الیاس گھمن

[10]: کتاب العقائد۔ محمد الیاس گھمن

مشق نمبر 2

مختصر جواب لکھیں:

1. ایمان اجمالی اور ایمان تفصیلی کی تعریف لکھیں۔
2. اقرار باللسان کب ضروری ہے؟
3. کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟ اس پر ایک مدلل نوٹ لکھیں۔
4. کفر کی کتنی اقسام ہیں؟ صرف تعداد بتائیں۔
5. موالات اور مدارات کی تعریف اور حکم بیان کریں۔
6. تکفیر کے اسباب کی تعداد لکھ کر کسی ایک کی وضاحت کریں۔
7. تاویل کی شرائط بیان کرنے کے بعد کسی ایک شرط کی وضاحت کریں۔
8. سبقت لسانی سے بندہ کافر نہیں ہوتا۔ اس پر استاذ صاحب کے مشورہ سے ایک جامع نوٹ لکھیں۔
9. اہل قبلہ کی تعریف لکھیں۔
10. دین، مسلک، مذہب اور منہج کا معنیٰ بیان کریں۔

یادداشت

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

ای مرکز کے زیر انتظام آن لائن کورسز

طویل دورانیے کے کورسز:

- ایک سالہ تخصص فی العقائد الاسلامیہ [حضرات وخواتین]
- ایک سالہ تخصص فی الافتاء [حضرات]
- چار سالہ مکمل عالم کورس [حضرات وخواتین]
- دو سالہ علم دین کورس [حضرات وخواتین]
- ایک سالہ تفسیر کورس [حضرات وخواتین]
- دو سالہ تعلیم القرآن کورس [بچوں کے لیے]

شارٹ کورسز: [کل کورسز:30-چند اہم کورسز کے نام:]

- رمضان کورس اردو انگلش [حضرات وخواتین]
- رمضان کورس اردو انگلش [بچوں کے لیے]
- صراط مستقیم کورس اردو انگلش [حضرات وخواتین]
- زکوۃ کورس [حضرات وخواتین]
- نماز کورس [حضرات وخواتین]
- عقائد کورس [حضرات وخواتین]
- حج وعمرہ کورس [حضرات وخواتین]
- ختمِ نبوت کورس [حضرات وخواتین]
- مسائلِ نکاح وطلاق کورس [حضرات وخواتین]

برائے رابطہ:

www.emarkaz.org +923235913337

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ
ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ
درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ وخانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا پاکستان
بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ
چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بیعت وخلافت: الشیخ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) الشیخ عبد الحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ) الشیخ عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)
الشیخ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال) الشیخ قاضی محمد مہربان رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)
الشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ (جھنگ) الشیخ محمد یونس پالنپوری حفظہ اللہ (گجرات ہندوستان)

چند تصانیف: دروس القرآن، خلاصۃ القرآن، کتاب الحدیث، کتاب العقائد، کتاب السیرۃ
کتاب الفقہ، اسلامی عقائد، شرح الفقہ الاکبر، کتاب النحو، کتاب الصرف

تبلیغی اسفار: خلیجی ممالک، ملائیشیا، جنوبی افریقہ، سنگاپور، ہانگ کانگ، ترکیہ وغیرہ (23 ممالک)